پورے ملک میں صد فی صد خواتین حجاب میں نظر آتی ہیں' غیر ملکی اور غیر مسلم خواتین بھی جو ایران میں داخل ہوتی ہیں' ان کے لیے لازم ہے کہ فوراً سکارف پہنیں' سر کا کوئی بال نظر نہ آئے۔ ٹخنوں تک پیر اور کلائی تک ہاتھ ڈھکے ہوں--- یہ بات خوش آیند ہے کہ خواتین زندگی کے تمام دائروں میں متحرک اور فعال ہیں اور ہر طرح کے فرائض ادا کرتی نظر آتی ہیں۔ ہوٹلوں اور بڑے اجتماعی مراکز میں کام کرنے والی خواتین کا سن رسیدہ ہونا اور خاص طبعی عمر کا ہونا لازمی ہے۔

قم میں دینی تعلیم کے مدرسے' اپنی شان و شوکت' صفائی ستھرائی اور علمی ماحول کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ کم و بیش ۵۰/۶۰ ملکوں سے طلبہ تعلیم کی غرض سے آئے ہوئے ہیں' ان کے ذریعے ایرانی انقلاب کے سفیر' وکیل اور موید دنیا بھر میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ ولایت فقیہ کا تصور اور فلسفہ' اور امامت رہبری کا ایرانی نقطہ نظر زیادہ پرشکوہ انداز میں' علمی پیرایے میں اور ایک ریاست کی پشت پناہی' تائید اور اعانت کے ساتھ دنیا بھر میں پھیلانے کا موثر نیٹ ورک وجود میں آگیا ہے۔ ایرانی علما کا عربی زبان پر عبور' قرآن پاک کے ساتھ شغف' علمی تبحر' نیز جدید و قدیم پر گرفت اپنے آپ کو منواتا ہے۔

یہ عناصر ترکیبی انقلاب ایران کے تسلسل اور استقلال کا سبب ہیں۔

شام اور لیبیا کی اسلامی کانفرنسیں

عبدالغفار عزیز

ہر سال جون اور جولائی میں مختلف اسلامی ملکوں میں متعدد اسلامی کانفرنسوں کا انعقاد ہوتا ہے۔ ۱۷ ربیع الاول کو ہفتہ وحدت کے نام سے ایران میں ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول یا اس سے کچھ پہلے قاہرہ میں اعلیٰ سطحی کانفرنس منعقد ہوتی ہے' جس میں مسلم سکالرز کے علاوہ اکثر مسلم ممالک کے وزراے اوقاف بھی شریک ہوتے ہیں۔ تقریباً انھی تاریخوں میں شام اور مراکش میں بھی ایک اجتماع ہوتا ہے جبکہ مختلف خلیجی ریاستوں میں بھی تقریباً ہر دوسرے تیسرے برس اس طرح کے عالمی سمی نار یا کنونشن ہوتے ہیں۔ سعودیہ کی رابطہ عالم اسلامی' لیبیا کی عالمی جمعیت دعوت اسلامی اور سوڈان کی عوامی اسلامی عالمی کانفرنس نامی تنظیمیں بھی گاہے بگاہے یہ اہتمام کرتی رہتی ہیں۔

ان سب کانفرنسوں اور تنظیموں کا اپنا اپنا طرز اور مخصوص اہداف ہوتے ہیں' لیکن ان سب میں ایک مشترک افادیت یہ ہے کہ اس طرح دنیا بھر کی مختلف شخصیات اور تنظیموں کو باہمی روابط کا

موقع ملتا ہے۔ ایک دوسرے کے حالات سے تفصیل سے براہ راست آگاہی ہوتی ہے۔

راقم الحروف کو جون کے آخری عشرے میں شام اور جولائی کے پہلے عشرے میں لیبیا کی اہم کانفرنسوں میں شرکت کا موقع ملا۔ دونوں مقامات میں کئی باتیں مشترک تھیں۔ دونوں ممالک میں مقامی اسلامی تحریک کے لیے حالات سازگار نہیں ہیں، قیادت کی گرفتاریوں کی خبریں کسی کے لیے نئی نہیں ہیں۔ دونوں ملکوں میں یہ خواہش ابھر رہی ہے کہ عالمی اسلامی تحریکوں کے ساتھ ان کے تعلقات میں بہتری آئے۔ دونوں کانفرنسیں ان ممالک میں صحابہ کرامؓ کی آخری آرام گاہوں سے قریب منعقد ہوئیں۔ شام تو ہزاروں جلیل القدر صحابہ کرام کا مدفن ہے۔ حضرات بلالؓ و ابوہریرہؓ و مقدادؓ ایک طویل فہرست ہے جن کی قربت کا احساس ہی دل کی دنیا میں تلاطم پیدا کر دیتا ہے۔ لیبیا میں بیضا میں جہاں خوشگوار موسم ہوتا ہے، حضرت رویفع بن ثابت انصاریؓ اور ساتھ دیگر صحابہ کرام کی قبور مبارکہ ہیں۔ ان سے قریب ہی کانفرنس کا وسیع و عریض پنڈال تھا جس میں دنیا بھر سے آئے ہوئے تقریباً دو ہزار مندوبین اور بیس ہزار کے لگ بھگ لیبیا کے عام شہری شریک تھے۔ دونوں ممالک میں جگہ جگہ حافظ الاسد اور کرنل معمر القذافی کے بڑے بڑے پورٹریٹ، ان کے اقوال اور ان سے محبت کے اظہار کے جملے لکھے ہوئے تھے۔ یہ پورٹریٹ اور جاکنگ یقیناً عوام کی طرف سے نہیں تھی۔

شام میں خواتین میں حجاب کا اہتمام غیر معمولی حد تک زیادہ تھا اور عوام میں نسبتاً خوشحالی کی جھلک تھی، اگرچہ سیاسی گھٹن کا احساس بھی بے حد شدید تھا۔ لیبیا میں شہری خواتین میں حجاب کا تناسب زیادہ نہیں تھا۔ حکومت اور سلطنت کے پاس دولت کی ریل پیل کے احساس کے ساتھ ہی ساتھ عوام کو درپیش اقتصادی مشکلات کا تاثر بھی عام تھا۔

لیبیا کانفرنس کا اصل پروگرام یہ تھا کہ صدر قذافی نماز مغرب یا عشا کی امامت کروائیں گے اور پھر اتحاد امت اور حالات حاضرہ پر تقریر کریں گے۔ لیکن ورزش کے دوران ان کی ران کی ہڈی ٹوٹ جانے کے سبب یہ پروگرام نہ ہوا۔ حاضرین نے نیشن آف اسلام کے لوئس فرخان کی پرجوش تقریر سنی جو امریکی حکومت اور نظام پر سخت تنقید سے عبارت تھی۔ اگلے روز ۷ جولائی کو سب حاضرین کو صدر قذافی کی قیام گاہ لے جایا گیا۔ رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے صدر قذافی کے ساتھ اجلاس ہوا۔ مختلف براعظموں سے پانچ افراد کو مختصر نمایندگی کے لیے بلایا گیا۔ ایشیا کی نمایندگی کے لیے چند منٹ مجھے ملے۔ اس میں دعاے شفا ہی ہو سکتی تھی، سو کی اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بعد کی صورت حال اور اس کے تقاضوں، مسئلہ کشمیر اور اتحاد امت کے مسائل کی طرف اشارہ کیا۔ صدر قذافی نے اپنے طویل خطاب میں امت مسلمہ کی شناخت بحال کرنے کی ضرورت پہ زور

دیتے ہوئے عیسوی کیلنڈر کے مقابلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے شروع کیے جانے والے کیلنڈر کو اپنانے پر تفصیلی بات کی۔ اس دوران دیگر مسائل کا بھی ذکر آتا رہا۔ مقبوضہ فلسطین اور صیہونی استعمار کے خطرات کے متعلق ان کا موقف بہت مضبوط اور بہتر ہے۔ افغانستان کے بحران کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امریکی اور روسی سازشیں وہاں خانہ جنگی کو طول دے رہی ہیں۔ عالم اسلام کے حکمران استعمار کے مسلط کردہ ہیں۔ یہ حکمران استعمار کے تربیت یافتہ اور اس کے مفادات کے محافظ ہیں۔ رات تقریباً ڈیڑھ بجے یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

لیبیا کانفرنس میں پاکستان سے تقریباً بیس افراد شریک تھے: نائب امیر جماعت اسلامی جناب چودھری محمد اسلم سلیمی' جنرل حمید گل' مولانا فضل الرحمن' مولانا سمیع الحق' پروفیسر ساجد میر' جے یو' پی کے نیازی' نورانی گروپوں کے نمایندگان اور دیگر کئی شرکا۔ ہم نے پاکستانی وفد کی جانب سے صدر قذافی کو ایک یادداشت پیش کی جس میں مسئلہ کشمیر' ایٹمی دھماکے اور دیگر مسائل پر موقف کا اظہار کیا گیا تھا۔

اس موقع پر دوسرے تحریکی رہنماؤں اور مسلم سکالروں سے ہونے والی ملاقاتیں بھی بہت متنوع تھیں۔ جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے نائب امیر مولانا عباس علی خاں سے لے کر ملایشیا' ترکی' الجزائر' سوڈان اور فرانس' غرض پوری دنیا کے رہنماؤں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ کوسوو سے آنے والے وفد سے بہت مفصل ملاقات ہوئی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کوسوو کے مسلمانوں پر توڑی جانے والی قیامت بہت سنگین ہے لیکن کوسوو کے باشندے اتنے جفاکش' عسکری اور پختہ عزم کے مالک ہیں کہ انھیں جھکایا نہیں جا سکتا۔

ان کانفرنسوں میں شرکت کے بعد ایک احساس یہ بھی بیدار ہوتا ہے کہ کاش کوئی ادارہ دنیا میں ہونے والی ان تمام کانفرنسوں کو باہم مربوط کر سکتا اور سب علیحدہ علیحدہ صرف اچھے جذبات کا اظہار کرنے کے بجائے مل کر کوئی عملی اقدام ایسے اٹھا لیتے جس سے مسلمانوں کا کوئی مسئلہ حل ہو سکتا' کوئی دکھ کم ہو جاتا' کوئی فکری و دعوتی تربیت ہو جاتی' وحدت امت کا عملاً آغاز ہو جاتا۔

امت مسلمہ کا اتحاد ہی مسلمانوں کی قوت کا اصل راز ہے۔ ہر طرح کے وسائل ہمارے پاس ہیں لیکن ہمارے انتشار نے ہمیں بے وزن کر رکھا ہے۔ ہم دشمن کی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کانفرنسوں میں ملاقاتوں سے امت کے حقیقی مسائل کا شعور بیدار ہو اور ان کے حل کے لیے کام کرنے کا داعیہ برسرکار آئے' تو ان کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔